۱۲۲واں باب

کشمکش کا میدان اور ریاستِ مدینہ

۱۶ اسلامی ریاست کے قیام کا بنیادی وسیلہ: ایمان بالآخرت

۱۷ قبائلی تحفظ کے مقابلے میں فرد کو اداراتی تحفظ

۱۷ مدینے کے باشندوں کے لیے حقوق و فرائض کا اعلامیہ

۱۸ داخلی استحکام کے لیے مواخاۃ کی اثر انگیزی

۱۹ یہود کی علمی، معاشرتی اور معاشی پامالی

۱۹ قبائل سے دفاعی معاہدے

۱۹ کاروانِ نبوت ﷺ کس وادی سے گزر رہا ہے؟

← اہلِ ایمان

← قریشِ مکہ

← منافقین

← یہود

۲۲ مدینے کے پہلے مہینوں میں نازل ہونے والا قرآن مجید

۲۲ پہلے برس کے اختتام تک مزید نازل ہونے والے اجزائے قرآنی

۱۲۲واں باب

کشمکش کا میدان اور ریاستِ مدینہ

گزشتہ جلد میں ہم ہجرت کے پہلے برس کے ابتدائی مہینوں کی واقعاتی تفصیل اور اُن کے تسلسل میں نازل ہوتے ہوئے کلامِ پاک کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ آگے بڑھنے سے قبل ضروری ہے کہ جان لیا جائے کہ کاروانِ نبوت ﷺ کس وادی میں خیمہ زن ہے اور کیا صورتِ حالات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عبقری قیادت میں مدینے میں مسلم معاشرہ چند ماہ کے قلیل عرصے میں وہ ارتقائی منزلیں طے کر چکا ہے جن کو سر کرنے کے لیے مدینے کے ماڈل کی موجودگی کے باوجود مختلف تہذیبوں اور تمدنوں نے کئی دہائیوں پر مشتمل برس ہا برس کی ایک مدتِ درازلی ہے۔ اِس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں دوبارہ پلٹ کر گزشتہ مہینوں میں ہونے والے عظیم کام کو سمجھنا ہوگا، جس کے نتیجے میں مدینے میں ایک جدید ریاست کا ارتقا ہوا۔

اسلامی ریاست کے قیام کا بنیادی وسیلہ: ایمان بالآخرت

معاشرے میں تبدیلی لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے متعدد داخلی، خارجی، معاشرتی، معاشی اور تاریخی عوامل کو ممکنہ حد تک ایک انتہائی زیرک انسان کی طرح مثالی اسلامی ریاست بنانے کے لیے استعمال کیا۔ اِس ضمن میں کیے گئے تمام اقدامات میں جس کام کو سب پر فوقیت حاصل ہے وہ اہلِ ایمان کا آخرت کی کامیابی پر نظریں جما دینا اور دنیا پرستی سے اُنھیں نکال دینا تھا۔ زُہد و عبادت اور اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کو اس طرح اُن کے دلوں میں راسخ کر دینا تھا کہ اُنھیں ساری کائنات کی دولت کا لالچ بھی اپنے مقصد کے لیے کام کرنے سے نہیں ہٹا سکتا تھا ساتھ ہی اہلِ ایمان کو عبادت کے صحیح اور وسیع تصور سے آشنا کیا گیا، اسلامی ریاست کے قیام، استحکام، دفاع اور بقا کے سارے کام نماز روزے، خیر خیرات اور تہجد گزاری اور تلاوتِ قرآن کی مانند عبادت بن گئے بلکہ بسا اوقات مقدم ہو گئے، جیسا کہ سورۃ المزمل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ریاست کے کاموں کی خاطر تہجد میں تلاوتِ قرآن اور نوافل کے لیے وقت میں تخفیف فرما دی اور نبی ﷺ نے دشمنوں سے مقابلے کے لیے نماز کی رکعتوں میں تخفیف کر کے دورانِ جنگ ایک ایک رکعت نماز کو کافی قرار دیا۔

قبائلی تحفظ کے مقابلے میں فرد کو اداراتی تحفظ

ریاستِ مدینہ کے قیام سے قبل ایک عرب باشندے کو اپنے خاندان یا سرپرست کے علاوہ کسی اور کی پناہ یا تحفظ حاصل نہیں تھا، رسولِ اکرم ﷺ کے اقدامات نے آناً فاناً تمام لوگوں کو تحفظ کے اُس چھوٹے اور ناکافی دائرے سے نکال کر ایک ریاست کے دائرے میں داخل کر دیا، ریاست جو نسلی، قبائلی، مذہبی یا لسانی بنیادوں پر نہیں بلکہ نظری بنیادوں پر صورت پذیر ہوئی تھی، اگرچہ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہی تھا اور وہ اسلام کے غلبے کے لیے ہی وجود میں آئی تھی مگر دیگر مذاہب کو بھی مکمل آزادی اور اُن کے ماننے والوں کی جان، مال اور عزت آبرو کو ویسا ہی تحفظ حاصل تھا جیسا کہ مسلمانوں کو تھا۔ اگرچہ قبائلی اور خاندانی تحفظ کی اُس روایت اور اصول کو توڑ دیا گیا جو مکہ میں مسلمانوں کو اپنے اپنے قبیلوں کے مشرک رشتہ داروں سے حاصل تھا، جس کی بنا پر بنو ہاشم باوجود اسلام قبول نہ کرنے کے رسول اللہ محمد ﷺ کا ساتھ دیتے رہے اور باقی سرداران باوجود خواہش کے آپؐ کو قتل نہ کر سکے۔ اس روایت کو توڑ کر ریاست اور حاکمیت کا ایک دائرہ متعارف کرایا گیا جس میں کمزور سے کمزور تنہا آدمی خواہ وہ مقامی ہو یا غیر مقامی، کوئی زبان بولنے والا ہو، کسی بھی رنگ و نسل کا ہو ایک اجتماعی تحفظ میں آگیا۔

مدینے کے باشندوں کے لیے حقوق و فرائض کا اعلامیہ

اہلِ ایمان کو زہد و عبادت اور آخرت پرستی پر مائل و قائم کرنے کے بعد مدینے کی ریاست کے قیام و اِرتقا میں دوسرا بڑا کام آپؐ کا جاری کردہ اعلامیہ/چارٹر [دیکھیے جلد ہشتم باب#۱۱۴] ہے، جو آپؐ نے مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی ایّام میں کمالِ فراست سے جاری کیا۔

نبی ﷺ کا جس طور والہانہ مدینے میں استقبال ہوا، اُس نے مدینے اور نواح میں بسنے والے تمام انسانی گروہوں کو ششدر کر دیا اہلِ ایمان تو تھے ہی مطیع و فرماں بردار، منافقین، یہود اور دیگر تمام غیر مسلم لوگوں نے یہی مناسب جانا کہ وقت گزرنے کا انتظار کیا جائے اور فی الوقت کسی بھی امر میں آپؐ کے سامنے کوئی مزاحمت نہ کی جائے۔ اِس ماحول میں جب آپؐ نے ایک ایسا اعلامیہ جاری کیا جس میں انصار و مہاجرین، یہود اور مدینے کے دیگر طبقات کے حقوق و فرائض نہایت ہی انصاف سے متعین کر دیے گئے اور تمام تنازعات میں رسول اللہ ﷺ کو فیصلہ کن اتھارٹی مان لیا گیا تو کسی کو اس سے مجالِ انکار و مخالفت نہ ہوئی۔ یہ ایک بڑا بنیادی کام تھا جس کے بڑے دور رس نتائج نکلے۔ اگرچہ اس اعلامیے پر کسی سے دستخط نہیں لیے گئے اور نہ ہی اس پر عمل کی ضمانت کے لیے آپؐ

کے ہاتھ پر کسی نے بیعت کی مگر رسول اللہ ﷺ جیسی بارعب شخصیت کی جانب سے اس اعلامیے کے جاری ہو جانے اوراِس پر سب کے خاموش رہنے نے اس پر سب کا اعتماد قائم کر دیا اور یہ ایک نوع کا میثاق یا معاہدہ بن گیا۔

اِس اعلامیے کے لیے مورخین کی تالیف کردہ تحریروں میں ''میثاق'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مادہ ''وثوق'' ہے، عربی زبان کی مانند اردو زبان میں بھی یہ لفظ بھروسے اور اعتماد کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ میثاق کا اطلاق ہر اس معاملے پر ہوتا ہے جس کی بناپر لوگ بطریق معروف اعتماد کرنے میں حق بجانب ہوں قطع نظر اس سے کہ لوگوں نے صریح طور کسی دستاویز پر دستخط کیے ہوں یا بیعت کی ہو یا زبانی عہد و پیمان ہوا ہو یا یہ سب کچھ یا اِن میں سے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔اس اعلامیے کے جاری ہونے کے بعد بشمول یہود سب لوگ اپنے مقدمات نبی کریم ﷺ کے پاس لانے لگے تو ایک فرماں روا کی حیثیت مسلمہ طور پر متعین ہو گئی۔ مدینے کا سیاسی نظام دنیا کے لیے ایک نظیر بن گیا۔ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا اس پر تبصرہ یہ ہے کہ

"ایک چھوٹی سی بستی کو جو بیس ایک محلوں پر مشتمل تھی شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل لیکن بوقلموں وکثیر الاجناس آبادی کو ایک لچکدار اور قابل عمل دستور کے تحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا کہ بعد میں ایشیاء، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست سلطنت کا مدینہ بلا کسی دِقّت کے صدر مقام بھی بن گیا۔"

یہود کا تسلیم کردہ ہی یہ اعلامیہ تھا کہ جس کی خلاف ورزی کی بناپر ۲ ھجری میں بنو قینقاع کو اور ۳ ہجری میں بنو نضیر کو مدینے سے نکالا گیا اور ۵ ہجری میں بنو قریظہ اپنے انجام کو پہنچے۔یوں مدینہ یہودیوں سے مکمل طور پر پاک ہو گیا۔ یہ ایک ایسا کام تھا کہ پانچ برس قبل اگر کسی کو یہ گمان ہوتا تو وہ خود اپنی دماغی صحت پر شبہ کرنے لگتا۔ یہ اعلامیہ ہی تھا کہ جس کی بناپر منافقین کبھی نبی ﷺ کی سربراہی پر اعتراض نہ کر سکے اور نہ ہی آپؐ کی وفات کے بعد کسی قبائلی، مقامی، نسلی دعوے کو آپؐ کی نیابت وخلافت کی بحث میں دلیل کے طور پر تسلیم کیا جا سکا۔

داخلی استحکام کے لیے مواخاۃ کی اثر انگیزی

دوسرا بڑا اہم کام جس نے اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام بخشا وہ مواخاۃ کا نظام تھا۔اس نظام کے ذریعے مکے سے آئے ہوئے لوگوں کو انصار کے دو قبیلوں کے درمیان برادرانہ تعلقات کے ذریعے تقسیم کر دیا گیا، اعلامیے کے ذریعے یہ مہاجرین بلا تفریق اپنی سابقہ قبائلی پہچان کے ایک وحدت قرار پائے۔ یہ ایک وحدت جب ایک

مشترک عنصر کے طور پر ماضی کے دو دشمن و متحارب مقامی قبیلوں میں نفوذ کر گئی تو جس طرح مکے کے مہاجرین آپس میں ایک دوسرے کے لیے محبت رکھتے تھے، اِن سے محبت کرنے والے مقامی لوگ بھی آپس میں محبت کے رشتوں کے خوگر ہو گئے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا بڑا کام کیا گیا کہ جس کے ذریعے یہود اب انصار کے درمیان پھوٹ ڈالنے سے معذور ہو گئے اور ریاست کو داخلی استحکام حاصل ہو گیا۔

یہود کی علمی، معاشرتی اور معاشی پامالی

مہاجرین نے صرف بقدرِ ضرورت ہی اپنے انصاری بھائیوں کا تعاون حاصل کیا، مہاجرین پشت ہا پشت سے حاصل فنِ تجارت کی بدولت مدینے کے بازار میں یہود پر فوقیت لے گئے، یوں اسلام کے آجانے سے اپنی علمی ساکھ کی بربادی پر یہود کو جو صدمہ تھا مہاجرین کے مارکیٹ میں قدم جما لینے سے معاشی زخموں نے اُسے دوچند کر دیا۔ انصار کے دونوں فریقوں نے آپس میں جب جنگ بندی کر لی تو مصارفِ جنگ کے لیے اور اسلحہ کی خریداری کے لیے بھی یہویوں کے محتاج نہ رہے، سود پر قرض لینا کیا بند ہوا، یہود کی معیشت ہی بیٹھ گئی۔

قبائل سے دفاعی معاہدے

تیسرا ایک انتہائی نتیجہ خیز کام جو محمد، رسول اللہ ﷺ کی دور رس نگاہوں نے انجام دیا وہ مدینے کے اطراف اور مکے کی تجارتی شاہ راہ کے گردا گرد آباد قبائل کو معاہدوں کے ذریعے سے یا تو حلیف بنا لینا تھا یا قریش کے ساتھ جنگ کی صورت میں اُنھیں غیر جانب دار رکھنا تھا یعنی اگر جنگ میں مدینے کے حلیف نہ ہوں تو کم از کم وہ قریش کی بھی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اس کام کی اہمیت کا یہود اور قریش کو کوئی اندازہ نہ تھا اور اتنی سرعت سے کیا گیا کہ اُنھیں ہوا بھی نہ لگی۔ سال بھر بعد جب آپؐ نے تجارتی شاہ راہ پر قریش کی خبر لینی شروع کی اور بنو قینقاع کو یک بنی و دو گوش مدینے سے خارج قسمت کیا تو قریش اور یہود نے میدان میں اپنے آپ کو ایک بڑی علاقائی طاقت کے مقابلے میں پایا۔ جس بیدار مغزی سے یہ کام ہوا اُس کی مورخین داد دیے بغیر نہیں رہ پاتے۔

کاروانِ نبوت ﷺ کس وادی سے گزر رہا ہے؟

آیئے دیکھیں بساطِ کشمکش پر اہلِ ایمان کیا کر رہے ہیں اور مختلف طبقات کیوں کر اپنی پوزیشن لے رہے ہیں۔

اہلِ ایمان: مکے سے مدینے کی جانب مسلمانوں کی منتقلی تقریباً مکمل ہو چکی ہے، تاہم وہی لوگ مکے سے نہیں نکل پائے ہیں جنھوں نے کفار کے خوف سے یا تو اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا یا اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پائی کہ

اپنے وطن اور اپنے گھر بار و عزیز و اقارب کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیں۔ بِنا بر ایں کہ سابقہ ہجرتوں میں حبشہ کی جانب نکل جانے والے اہلِ ایمان کو مدینے منتقل ہونے کا نبی ﷺ نے ابھی کوئی حکم نہیں دیا تھا انھوں نے دیارِ غیر میں قائم حفاظتِ دین اور تبلیغِ دین کے اپنے محاذ کو ترک نہیں کیا۔

مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے اہلِ ایمان اپنا وطن، اپنی جائدادیں، اپنے جمے جمائے کاروبار اور اپنے عزیز و اقارب سب کچھ چھوڑ کر آئے تھے، اِن کی بڑی اکثریت عرب کے معزز ترین قبیلے قریش مکہ کے اعلیٰ خاندانوں کے بیس سے چالیس برس کی درمیانی عمر کے پر عزم انقلابی جوانوں پر مشتمل تھی جو کسی مقصد کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کی جرأت رکھتے تھے۔ بے خانماں ہونے اور بے روزگاری کے ساتھ اللہ کے رسولؐ سے شدید محبت اور تعلق باللہ نے اِن کو اسلام کے انقلابی مشن کے لیے ممکنہ حد تک دلی آمادگی اور شوق کے ساتھ ہمہ وقت مہیا کر دیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے گرد ہر وقت حاضر رہنے والے، اشارہ ابرو پر جان و دل سے حرکت کرنے والے، اچھے مشورے دینے والے نہ صرف ایک اچھے کارکن تھے بلکہ ایک تھنک ٹینک بھی تھے۔ قریشی ہونے کے سبب قریش کی رگ رگ سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ اُن کے ساتھ دو دو ہاتھ ہونے لازمی ہیں اور اُنھیں لازماً حرم کو اُن سے آزاد کرانا ہے۔

مذکورہ مہاجرین کی ٹیم اللہ کے رسولؐ کی رفاقت و معاونت و اطاعت میں اکیلی نہیں تھی، عبداللہ بن ابی اور اُس جیسے دو تین کو چھوڑ کر مدینے کے تمام مقامی قبائلی سردار اور موثر افراد نے وادی عقبہ میں کیے جانے والے معاہدے اور بیعت کی اتباع میں جان و مال سمیت اپنا سب کچھ اللہ کے پیغمبرؐ کے قدموں میں ڈال دیا تھا، یہ لوگ مدینے کے معاشرے کے تمام محرکات اور لوگوں کی نفسیات، منافقین اور یہود کی نیتوں، نیکیوں اور بداعمالیوں سے بخوبی واقف تھے اور اِن لوگوں کے ساتھ کوئی بھی معاملہ کرنے میں بہترین مشورہ دینے کی پوزیشن میں تھے۔ انصار کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اللہ کے رسولؐ کو بلا کر اُنھوں نے قریشِ مکہ سے دشمنی مول لی ہے اور بہت جلد قریش مدینے پر فوج کشی کر سکتے ہیں، اُن کی یہ ذہنی تیاری اور جنگ کے لیے آمادگی ہی تھی جس کی بنا پر میدانِ بدر کی جانب جانے سے قبل آپ ﷺ نے جب انصار سے رائے طلب کی تو اُنھوں نے ایک لمحہ تردّد کے بغیر مدینے سے باہر نکل کر لشکرِ قریش سے قتال کے لیے اپنی پوری آمادگی کا اظہار کیا جب کہ وہ اپنی بیعت کے مطابق صرف مدینے کے اندر رہتے ہوئے آپؐ کی حفاظت کے پابند تھے۔

مہاجرین اور انصار کے علاوہ آپؐ کے ہمراہیوں میں صہیب رومیؓ ، سلمان فارسیؓ اور زید بن حارثہؓ جیسے بھی مکے سے باہر کے لوگ تھے، اِن باہر کے لوگوں میں عبداللہ بن سلامؓ بھی شامل تھے جو اپنے زمانہ کفر میں بلند پایہ یہودی عالم تھے اور جنھیں یہود کی نفسیات اور اُن کے طریق واردات سے بخوبی آگہی تھی۔

قریشِ مکہ جو ابتداً مسلمانوں کے مکہ چھوڑنے پر زیادہ متفکر نہیں تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے کامیابی سے مدینہ پہنچ جانے پر اب اپنی پالیسی پر بہت نادم اور آنے والے مستقبل کے ڈراؤنے خوابوں سے پریشان تھے۔ عام مسلمانوں کا نکل جانا اُن کے لیے تکلیف دہ نہ تھا کہ وہ روز روز کے جھگڑوں اور اختلاف سے فارغ ہو گئے تھے، لیکن اب محمد، رسول اللہ ﷺ کا جا کر اُن سے مل جانا اور وہاں آپؐ کا فقید المثال استقبال ہونا اور آپؐ کا سربراہِ مملکت بن جانا اُن کے لیے خوف کا باعث تھا، ۹ ستمبر ۶۲۲ء [۲۷ صفر ۱۴ نبوی] کی دوپہر، دارالندوہ میں آپؐ کو جلاوطن کرنے کی تجویز اسی خطرے کی بنیاد پر مسترد کر دی گئی تھی کہ وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے اپنے لوگوں کو مجتمع کر کے ہم پر چڑھا لائے گا، وہ خیالی خطرہ اب حقیقی دنیا میں سر پر لگی آنکھوں کو سامنے مجسم نظر آرہا تھا۔ اِس خطرے سے نبٹنے کے لیے قریش نے اب جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتے، محمد (ﷺ) نے اُن کی شاہ راہ معیشت کو بند کر کے اُنھیں بھوکا مارنے کی قدرت حاصل کر لی تھی، قریش اگر اب بھی اُٹھ کر مدینے کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجائیں گے تو آخر کیا وہ اُس وقت کا انتظار کریں گے کہ جب رات کے اندھیرے میں مکے سے نکل جانے والا دن کی روشنی میں گھوڑوں اور اونٹوں کو اُن پر چڑھا لائے گا۔

منافقین: عبداللہ بن ابی، ابو عامر اور اُس جیسے متعدد دیگر جن کی شخصیتیں اور لیڈریاں محمد ﷺ کے مدینے آجانے سے دھندلا گئی تھیں، وہ بھی اسی انتظار میں تھے کہ کب قریش کی فوجیں مدینے کی حدود میں داخل ہوں اور وہ اُن کی رکاب پکڑے اپنے "اجڑے" محلّوں میں اپنی قوم کے "بے وقوفوں" کو سیدھا کرنے سینہ تانے چلے آئیں، اُنھیں پکا یقین تھا کہ ایسا تو ہونا ہی ہے۔

یہود اپنی معاشی، سیاسی، علمی، مذہبی اور معاشرتی برتری کے آناً فاناً چند ہی ماہ میں فنا ہو جانے پر انگشت بدنداں تھے، اُن کے مولوی [احبار و رہبان] اللہ کے نبیؐ کو پہچان چکے تھے، لیکن کیا ایک بنی اسماعیلی پر ایمان لا کر اپنی صدیوں کی نخوت کو لات مار دیں۔ اُنھیں مسلمانوں پر کچھ اس لیے رحم بھی آرہا تھا کہ وہ بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے۔ مگر وہ سخت غصے میں بھی تھے کہ چند ہی دن گزرے تھے کہ اُن کے خود ساختہ "دشمنِ ازلی" ، جبریلِ امین علیہ السلام اللہ کی جانب سے اُن کی تاریخ کے تسلسل میں

پیہم بداعمالیوں کا کچا چٹھا اس 'نئے نبی' کو سورۃ البَقَرَۃ میں سُنا چکے تھے چنانچہ یہود بھی قریش کے مکے پر چڑھ دوڑ آنے کے بے چینی سے منتظر و متمنی ہیں۔ .... مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مسلمان اور اُن کے مقابل تمام فریق قریشِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ کے منتظر تھے۔

ریاستِ مدینہ کے پہلے برس نزولِ قرآن مجید

مدینے کے پہلے مہینوں میں نازل ہونے والے قرآن مجید کے اجزا

کتاب کی پچھلی جلد [آٹھویں] میں قیام ریاستِ مدینہ کے ابتدائی چند مہینوں میں تنزیلات پر دوبارہ ایک نظر ڈال لیں: سورۃ البَقَرَۃ کے پہلے تین رکوعات میں اہلِ ایمان کی شناخت بیان کرنے کے ساتھ منافقین کی نفسیاتی کیفیات اور اُن کے طرزِ عمل کو اِس وضاحت سے بیان کیا گیا کہ اہلِ ایمان کی نظروں میں اُن کی شکلیں آشکار ہو گئیں۔ منافقین پر سب سے زیادہ بھاری نماز تھی جو محض ریاکاری تھی، سُوْرَۃُ الْمَاعُوْن نے اُس کی بھی حقیقت بیان کر دی۔ اتنے سخت حالات کہ سارے عرب کے چڑھ دوڑ آنے کا خطرہ نظر آ رہا تھا، سُوْرَۃُ التَّغَابُن نے سمجھایا کہ اے مومنو، تمھارا کام دین کی راہ پر چلنا ہے، اصل ہار اور جیت کیا ہے اس کا فیصلہ اللہ قیامت کے روز کرے گا۔ اقامت صلوٰۃ کی ابتدا ہے، مکے میں تو کوئی مسجد و موقع اور جمعہ نہ تھا، لوگوں کو آدابِ جمعہ معلوم نہ تھے، ایک واقعے نے اِس کی ضرورت کو اُجاگر کر دیا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃ بھیج دی۔ لوگوں کی تربیت، منافقین سے نبرد آزمائی، مہاجرین کی آبادکاری، یہودیوں کی شاطرانہ چالیں اور اوس و خزرج کو لڑانے کی کوششیں؛ یہ اور اسی طرح کے بے شمار کاروبارِ سلطنت تھے جن کی خاطر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ پر سے رات کے انتہائی طویل قیام کی پابندی موقوف کر کے سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّل میں تخفیف کا اشارہ دے دیا۔ جنگ کے بادل آ رہے تھے، اہلِ ایمان فطری طور پر جاننا چاہتے تھے کہ اِن حالات میں کیا پالیسی ہو گی، سُوْرَۃُ الْحَجّ نے آ کر ایک متعین راہِ عمل مہیا کر دی، قتال کی اجازت مل گئی۔ اِس امن و امان اور یک سوئی کے ماحول میں یہود کے خلاف مکمل چارج شیٹ کے ساتھ دعوتِ ایمان دیتی سورۃ البَقَرَۃ اپنے سولہویں رکوع کے اختتام تک یہود پر اتمامِ حجت کو نبٹاتی ہے .... یہود پر اتنی جلدی اتمام حجت اس لیے کہ اب اِن کو مشرکینِ مکہ کی مانند تیرہ برس نہیں دیے جا سکتے تھے، یہ تو، تورات کے امین تھے! الہامی کتابوں، آخرت، نبیوں اور فرشتوں پر ایمان کے ساتھ آخری نبی احمد ﷺ کی بشارت سے آشنا اور آپؐ کی آمد کے منتظر تھے۔

پہلے برس کے اختتام تک مزید نازل ہونے والے اجزائے قرآنی

کتاب کی یہ جلد، جس کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں ۱۴ویں برس کے اختتام تک کے مزید واقعات اور تنزیلات کو نبٹاتی ہے۔ آنے والی سطور میں ہم اِس دوران نازل ہونے والی کتاب مبارکہ کے اجزا کے بہت نمایاں اور واضح مرکزی موضوعات کو بیان کر رہے ہیں ورنہ انسانوں کی ہدایت و رہ نُمائی کے بے شمار جواہر پارے ہیں جن کا خلاصہ چند سطور میں کسی طور ممکن ہی نہیں ہے، اُن سے آگہی تو جذب و شوق میں ڈوب کر گہرے تدبّر کے ساتھ تلاوتِ کلام پاک ہی سے ممکن ہوتی ہے۔

○ تحویلِ قبلہ: سب سے پہلے آپ دیکھیں گے کہ تحویلِ قبلہ کے احکامات ہیں [فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ: اپنا رُخ مسجدِ حرام کی طرف پھیر دو۔] اور اُن سے قبل یہود کا متوقع ردِّ عمل بھی بیان ہو رہا ہے، یہاں اُنھیں بے وقوف کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ [سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰٮهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا: جاہلیت کے مارے لوگ ضرور کہیں گے: انھیں کیا ہوا کہ جس قبلے پر تھے اُسی سے منحرف ہو گئے؟] سورۃ الۡبَقَرَة کے دو رکوع [۱۷واں اور ۱۸واں] اس موضوع کی نذر ہیں۔

○ كُتِبَ عَلَيۡكُمۡ اگلے تیرہ [۱۳] رکوعات ۱۹ تا ۳۱ پر مشتمل ایک طویل خطبہ ہے جس میں مسلم معاشرے کی صورت گری کے متعدد پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے اور ہدایات دی گئی ہیں۔ یہی وہ خطبہ ہے جس میں قصاص کا حکم [كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ] رمضان کی فرضیت [كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ] اور قتال کی فرضیت [كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ] کا اعلان کیا گیا ہے۔

○ طلاق کے مسائل: اسی خطبے میں طلاق کے مسائل [اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ: طلاق دو مرتبہ ہے] بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد گمان ہے کہ سُوۡرَةُ الطَّلَاق نازل ہوئی ہو گی، جس میں طلاق کے ضوابط سے متعلق سورۃ الۡبَقَرَة کے تشنہ موضوعات کی تفصیل ہے [اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انھیں اُن کی عدت کے حساب سے طلاق دی جائے۔]

○ متوقع جنگ کی تیاری: سورۃ الۡبَقَرَة کا نزول جاری ہے، اب ۳۲واں اور ۳۳واں رکوع ہے، جس میں قریشِ مکہ سے متوقع جنگ کے لیے اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کو اہلِ باطل سے ٹکرانے کے لیے ترغیب جہاد و

قتال [وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ: اللہ کی راہ میں قتال کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے] اور صاف کہا گیا: وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ اِن کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین [نظامِ زندگی] اللہ کے احکامات کے تابع ہو جائے مسجد حرام تو ابھی مشرکین کے قبضے میں ہے، بظاہر حج کا دور دور تک کوئی امکان نہیں لیکن حج کے مسائل بیان کیے جا رہے ہیں کہ اہلِ ایمان کو یقین رہے کہ دین غالب آجائے گا اور وہ حج کر سکیں گے۔ حج کا بیان ہے۔ [فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ: پھر جب اپنے حج کے مراسم [مناسک] ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے، اُسی طرح اب اللہ کا ذکر کیا کرو، بلکہ اس سے بھی زیادہ]

- مصارفِ جنگ کے لیے انفاق: اُس جنگ و قتال کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین ہے۔[یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ اے ایمان والو، جو وسائلِ دنیا ہم نے تم کو بخشے ہیں، ان کو اللہ کے لیے لگاؤ اس سے پہلے کہ کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور نہ ہی سفارش] اِس کے بعد سُوْرَةُ مُحَمَّد نازل ہوتی ہے جسے اپنے موضوع کے اعتبار سے سُوْرَةُ قتال بھی کہا جاتا ہے ذرا جلالی خطاب تو دیکھیے: [فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۬ ذٰلِكَ ؕ پس جب ان کافروں سے تمھاری مڈ بھیڑ ہو تو اِن کی گردنیں اُڑانا ہی کام ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب کچل ڈالو تب قیدیوں کو مضبوطی سے باندھو، اس کے بعد چاہے احسان کرو [آزاد کر دو] یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، تا آں کہ جنگ خود ہتھیار ڈال دے۔ یہ حکم ہے]، یوں آنے والے دنوں میں اہلِ ایمان کو خصوصاً اُن کے صاحب الرائے حضرات کو جنگ کے لیے ذہنی طور پر بالکل تیار کر لیا جاتا ہے۔

- عقیدہ توحید: قتال و جنگ، صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے لہٰذا انتہائی ضروری ہے کہ توحید کا نظریہ بالکل واضح ہو اور ایک مومن کو موت لازماً اِس حال میں آئے کہ حیّ و قیوم ذات کا ذہنوں میں واضح استحضار ہو چنانچہ آیت الکرسی لیے ہوئے سورۃ اَلْبَقَرَة کے مزید دو رکوعات ۳۴ اور ۳۵ نازل ہوتے ہیں۔ [اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ... اللہ ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی دوسرا لائقِ عبادت نہیں۔ اللہ وہ زندہ رہنے والی ہستی ہے، جو ساری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس ساری

کائنات کے نظام کو چلانے سے وہ نہیں تھکتا، پس نہ اونگھ اُس کو لگتی ہے اور نہ ہی نیند..................]

○ **آدابِ انفاق:** سورۃ البقرۃ کا موضوع پھر اُس انفاق کی طرف مڑ جاتا ہے جسے جنگ کی تیاری کے حوالے سے شروع کیا گیا تھا، مگر اب زور انفاق فی سبیل اللہ کے آداب پر ہے۔[مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ وہ مال، جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اُس ایک دانے کی مانند ہے، جسے بویا گیا تو اُس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے تھے! اللہ کسی کو جتنی چاہے فراوانی عطا فرما دے۔ وہ کھلے ہاتھ والا، علیم بھی ہے.....] اور یہ کہ اِنفاق صرف اور صرف آخرت کی کھیتی میں کچھ حاصل کرنے کے لیے ہو نہ کہ ریا کاری ور احسان جتانے کے لیے۔[..........اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر اِس خرچ کے پیچھے کسی احسان کا اظہار ہوتا ہے نہ دل آزاری، ایسے لوگوں کی جزا اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی ملال]

○ **اللہ چاہتا تھا کہ مشرکین سے جنگ ہو:** جنگ کے بادل نمایاں ہو گئے ہیں اور جنگ کا میدان بدر کے مقام پر گرم ہو جاتا ہے، اللہ کا ارادہ ہے کہ حق و باطل آپس میں ٹکرائیں تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ کس کو جینے کا حق ہے۔ [يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾ مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے حکم سے حق کا حق ہونا ثابت کر دکھائے اور منکرین کی جڑ کاٹ دے ○ تا کہ حق کا بر سرِ حق ہونا اور باطل کا بر سرِ باطل ہونا ثابت ہو جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے] اللہ کے بندے اللہ کے سامنے اپنی بندگی کا کماحقہ اظہار کر دیتے ہیں اور اللہ بھی اپنے فتح و نصرت کے وعدے کو پورا کر دکھاتا ہے، آئمۃ الکفر کی ستّر سر بریدہ لاشوں کو کنویں میں ڈال کر میدانِ بدر سے ستّر قیدیوں کو لیے کاروانِ نبوت ﷺ مدینے کی جانب واپس ہو رہا ہے جبریلِ امین علیہ السلام اب اس معرکہ بلاخیز پر مالک الملک کا تبصرہ سُوْرَةُ الْاَنْفَال کی شکل میں لے کر نازل ہو رہے ہیں، [فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور وہ خاک جو تم نے اُن کی طرف پھینکی تھی تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی ایسا اس لیے کہ اللہ اہلِ ایمان کو اِس میں آزمائے، بہترین کامیابی کے انداز سے۔ یقیناً اللہ

سُننے اور جاننے والا ہے ○]

○ غزوہ بدر کے پسِ منظر میں اہلِ کتاب سے خطاب: غزوہ بدر کے حوالے سے پیش آمدہ حالات پر گفتگو کی تکمیل سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن کے دو خطبات میں ہوئی۔ یہ خطبات، جو آٹھ رکوعات [اتا۲ اور ۷تا۱۲] پر مشتمل ہیں سُوْرَۃُ الْاَنْفَال کے بعد نازل ہوئے۔ آغاز میں کہا گیا: [قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ ﴿۱۳﴾ تمھارے لیے ایک دوسرے سے نبرد آزما دو گروہوں میں ایک سبق تھا، ایک گروہ اللہ کی راہ میں برسرِپیکار تھا اور دُوسرا گروہ منکرینِ حق کا تھا۔ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔ مگر اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی تائید سے نصرت کرتا ہے۔ بصیرت رکھنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے] اس کے بعد نگاہوں میں بدر کے نتیجے کو رکھتے ہوئے اہلِ کتاب خصوصاً یہود کو فہمایش ہے، یہ فہمایش [رکوعات ۷تا۱۲] اہلِ کتاب کے لیے اتنی عام ہے کہ بعض لوگوں کو جنھوں نے قرآن مجید پر تدبر کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیات نصاریٰ کے وفدِ نجران سے گفتگو کے موقع پر نازل ہوئی ہوں گی۔ مگر اندازِ کلام سے یہ بات اغلب معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیات یہود کو فہمایش کے لیے غزوہ بدر کے بعد ہی نازل ہوئی ہوں گی اور مناسبت کے اعتبار سے وفدِ نجران کو سمجھانے کے لیے اُن کے سامنے بھی رکھی گئی ہوں گی۔ [وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انھی کے لیے بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں ایمان والے بھی پائے جاتے ہیں مگر اکثر نافرمان ہیں ○ یہ تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے سوائے اذیت کے۔ اگر یہ تم سے قتال کے لیے آئیں گے تو پیٹھ موڑیں گے، پھر ان کو مدد نہ ملے گی ○] اگرچہ یہود و نصاریٰ کو جو تمام باتیں کہی گئی ہیں، اُن کی نوعیت ایک بگڑی ہوئی کتاب کی حامل امت کو سبق یاد دلانے کی ہیں مگر افسوس، صورتِ حال یہ ہے کہ آج مسلمان عوام اور اُن کے علماء بگڑ کر بدعقیدگی، بداعمالی اور دنیاپرستی کے اُسی اسٹیج پر کھڑے ہیں جس پر اِن آیات کے نزول کے وقت یہود کھڑے تھے، آج خود ہم مسلمانوں سے زیادہ کوئی اُن آیات کا مصداق نہیں ہے تاہم اِن آیاتِ مبارکہ میں جابجا اہلِ ایمان کو بھی براہِ راست نصیحت و تلقین ہے۔

☆☆☆☆☆